بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

# نقشِ آغاز

## ملکی سالمیت اور دفاعی استحکام کی جانب اہم پیش رفت

بالآخر مملکتِ عزیز پاکستان نے بھی اپنے دفاع میں خود انحصاری اور خود کفالت کی جانب پیش رفت کرتے ہوئے تجربتہً پہلا ٹینک "الخالد" تیار کر لیا ہے جس کا وزن ۴۸ ٹن ہے اور جس میں بارہ سو (۱۲۰۰) ہارس پاور کا انجن لگا ہُوا ہے دُنیا کے بہترین اور جدید ترین ٹینکوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس ٹینک میں ۱۲۵ ملی میٹر کی توپ لگی ہوئی ہے جو دو کلو میٹر کے فاصلہ پر حرکت کرتی ہوئی چیز کو نشانہ بنا سکتی ہے۔ ٹینک کے گولے پھینکنے کی رفتار دُنیا کے کسی بھی ٹینک سے زیادہ ہے، ٹینک میں طیارہ شکن توپ بھی موجود ہے۔ اس ٹینک کے ۶۵ فیصد پُرزے ملک میں اور ۲۵ فیصد چین میں تیار ہوتے ہیں جبکہ ۱۰ فیصد پُرزے دوسرے ملکوں سے منگوائے گئے ہیں۔ اس پر ۱۵ لاکھ ڈالر لاگت آئی ہے جبکہ مغربی ملکوں میں بننے والے اسی قسم کے ٹینک کی لاگت ۵۰ لاکھ ڈالر ہے۔ ۱۹۹۳ء تک اس کی پیداوار شروع ہو جائے گی اور ہر سال تین سو ٹینک بننے لگیں گے۔

(روزنامہ پاکستان لاہور ۱۹ جولائی ۱۹۹۱ء)

امریکی محکمہ خارجہ کی ایک سابق اہم شخصیت اور الی نائی یونیورسٹی کے ممتاز پروفیسر سٹیفن کوہن نے کہا ہے کہ "پاکستان اب امریکی امداد کے بغیر بھی اپنا دفاع کر سکتا ہے"۔ (روزنامہ جنگ لاہور ۳۱ جولائی ۱۹۹۱ء)

پاکستان کی سالمیت، دفاعی استحکام، امریکہ سے بے نیازی اور خود انحصاری و خود کفالت میں پیشرفت صرف پاکستانی باشندوں ہی کیلئے نہیں بلکہ اسلامی ملکوں اور تمام مُسلم اُمہ کے روشن مستقبل، تحریکات آزادی کی نصرت و حمایت اور عالمِ اسلام کے بین الاقوامی مسائل کے حل میں اس سے جو وزن پڑے گا وہ یقیناً مُسلم اُمت کے اتحاد، غلبہ اور اسلام کی ترویج و اشاعت میں ایک اہم موڑ اور مؤثر عنصر ثابت ہو سکتا ہے۔

ہم جب عالمِ اسلام پر نظر ڈالتے ہیں تو مسلمانوں کی مجموعی تعداد ایک ارب بارہ کروڑ ہے جن میں ایک تہائی سے زائد تقریباً ۴۵ کروڑ کی تعداد مسلم اقلیتوں کی ہے، آزاد مسلم مملکتوں کی تعداد ۴۶ ہے۔ دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں مسلمان موجود نہ ہوں، مگر اس کثرت کے باوجود ہم بالادست نہیں بلکہ مغلوب ہیں فلسطین میں، کشمیر میں، افغانستان میں، ہندوستان میں اور روسی ریاستوں آذربائیجان وغیرہ میں ہمیں پیٹا جا رہا ہے ــــ اور جہاں کہیں ہماری کامیابی کی منزل قریب ہوتی بھی ہے، وہاں فتح کے آخری مرحلے میں اس پر مایوسی کے سائے

پھیل جاتے ہیں۔ افغانستان میں مجاہدین کی شاندار کامیابیوں کو اب کی تازہ ترین صورتحال کے تناظر میں دیکھا جائے تو بڑی طاقتیں اسے تاراج اور غتر بود کرنے کی مذموم مساعی میں مصروف نظر آتی ہیں، ایسا کیوں ہے؟ آج کی نشست میں ہماری گذارشات کا یہی اصل موضوع ہے۔

درحقیقت اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ ہم مسلمان من حیث القوم "اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً" کی واضح صریح اور قطعی حکم کے باوصف بھی اس پر پورا نہیں ادھورا عمل کر رہے ہیں اور اسلام کی تعلیمات کے ایک اہم ترین حصّے کو صدیوں سے نظر انداز کیے بیٹھے ہیں بلکہ اس نسخۂ کیمیا کے بعض نہایت اہم اجزاء کو اپنی قومی و ملکی، اجتماعی اور ملی شفایابی کی حکمتِ عملی میں استعمال ہی نہیں کر رہے ہے، حالانکہ اسلام مسلمانوں کو روحانی توانائی کے ساتھ جسمانی اور مادی توانائی کے حصول پر بھی یکساں زور دیتا ہے ـــــ حضرت طالوت کا جب جالوت سے مقابلہ ہوا تو حضرت طالوت کو علم و فن اور جسم و طاقت دونوں کی وسیع قوّت مہیا کی گئی جسے قرآن حکیم نے "بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ" کے مختصر مگر معانی اور مفاہیم کے اعتبار سے جامع الفاظ سے تعبیر کیا ہے ـــــ پھر جب فولاد کا زمانہ آیا اور لوگوں میں فولادی قوتوں سے استفادے کا رجحان پیدا ہوا تو حضرت داؤد علیہ السلام کو اس پر بالادستی عطا کی گئی، جیسا کہ ارشادِ قرآنی ہے۔

| | |
|---|---|
| فَهَزَمُوهُم بِإِذْنِ اللَّهِ وَقَتَلَ دَاوُودُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ (سورۃ البقرۃ آیت ۲۰۵) | پھر طالوت والوں نے جالوت والوں کو خدا تعالیٰ کے حکم سے شکست دی اور داؤد علیہ السلام جالوت کو قتل کر ڈالا اور ان کو (یعنی داؤد کو) اللہ تعالیٰ نے سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور بھی جو جو منظور ہوا ان کو تعلیم فرمایا۔ |

ملکۂ سبا کے مقابلے میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے محض تعلیمِ حکمت و تبلیغ دین اور ارشاد و ہدایت پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ان کو دشمن کے مقابلے میں غالب آنے والی قوتِ تسخیر دے دی گئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعونی شان و شوکت، قوّت و اقتدار اور اس کے دربار کے ساحروں کے مقابلے میں تورات اور یدِ بیضا پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اس کے اژدھوں کی قوّت کو زیر کرنے والا عصا دیا گیا۔

امام الانبیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکینِ عرب اور یہود و نصاریٰ کے کثیر وسائل، بے پناہ جنگی قوتوں، اسلحہ اور آلاتِ حرب و ضرب کو تاراج اور ڈھیر کرنے کے لیے بدر و اُحد، احزاب، تبوک، حدیبیہ اور مکہ و طائف سمیت سینکڑوں سرایات اور غزوات سے گذارا گیا۔

مگر بدقسمتی سے مسلمانوں کی اکثریت صدیوں سے اس غلط فہمی میں مبتلا چلی آ رہی ہے کہ ہم صرف استدلال کی قوّت، قرآنی آیات کی تلاوت، اسلام کی برکت اور محض جوشِ جہاد سے میدان مار لیں گے اور باطل کو

شکست دے کر حق کو غالب کر دیں گے' ایسے فرسودہ استدلالات میں جھٹ سے یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ باطل تو آیا ہی اس لیے ہے کہ چلا جائے اور حق کی آمد کا مقصد ہی اعلاء کلمۃ الحق ہے جو غالب ہو کر رہے گا قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔

اگر ایسا ممکن ہوتا تو فرعون کے دربار کا مکالمہ، اولو العزم پیغمبر کے معجزات عصا و ید بیضا اور دعوت و ارشاد میں خلوص اور پیغمبرانہ کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غالب کر دینے کے لیے کافی ہوتا۔

نمرود اور اس کے ہمنوا لوگوں سے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پُرخلوص خطاب، مدلل اور مسکت مناظرہ اور حقائق پر مبنی مکالمہ آپ کو غالب کر دیتا۔

امام الانبیاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت، پاکدامنی، عدل و راستی اور امانت و دیانت اور شرافت اور پُرخلوص دعوت، نزولِ وحی کا مشاہدہ اور کوثر و تسنیم سے دُھلی ہوئی زبان سے قرآن کریم کی تلاوت ہی اہلِ مکہ کی ہدایت کے لیے کافی ہوتی اور ہجرت کی صعوبت، جہاد اور جدال کی مصیبت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز نہ ڈالا جاتا۔

کفر و طاغوت اور جبر و استبداد کی مذکورہ طاقتوں میں کون ہے جو دلائل کے مقابلہ میں کھڑا رہ گیا ہو؟ قرآن کی منظر کشی کے مطابق نمرود اور فرعون تو ہکا بکا رہ گئے اور کفار و مشرکین مکہ کانوں میں اُنگلیاں اور روئی ٹھونسنے لگے کہ مبادا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان سے ادا ہونے والا کوئی لفظ کانوں میں نہ پڑ جائے ورنہ دل اور دماغ کی شکست یقینی ہے ـــــ مگر اس ذہنی شکست کو کوئی بھی قبول کر کے حق کو آگے آنے کا راستہ نہیں دیتا بلکہ اگلے مرحلے میں وہ مادی قوتوں سے حملہ آور ہوتا ہے ـــــ پھر اہلِ ایمان اگر مادی قوتوں سے بالکل ہی محروم ہوں تو شعبِ ابی طالب میں قیدی ہونے کا تجربہ اور قتل و جدال کے منصوبے انہیں ہجرت پر مجبور کر دیتے ہیں۔

پھر سیرتِ نبویؐ اور سیرتِ صحابہؓ آپ کے سامنے ہے کہ حد درجہ مظلومیت کے ساتھ اپنے وطن سے نکالے جانے والے مہاجرین کو غلبۂ حق کے لیے ہتھیاروں سے لیس ہو کر خواہ وہ مقدار میں کم ہی کیوں نہ ہوں میدانِ بدر، اُحد، تبوک، خیبر میں آنا پڑتا ہے اور اس مسلح جہاد، مادی وسائل کی فراہمی اور ٹکراؤ سے فتح مکہ کا دروازہ کھلتا ہے ؎

عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد

قرآن حکیم نے سورۃ الحدید میں اس مسئلہ کو کھول کر اور بڑی وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ تمام انبیاء کرام، ان پر اتاری جانے والی تمام کتابیں اور خیر و شر کا تعین کرنے والی میزان

سب کے نزول کا مقصد عالم انسانیت کو قسط یعنی عدل و انصاف کی بنیاد پر قائم کرنا ہے۔

جب تم یعنی نبی قرآن اور میزان کی تعلیمات سے حاصل شدہ روحانی قوت کے ساتھ میدانِ عمل میں نکلو گے اور باطل کو چیلنج کرو گے تو وہاں تمہیں باطل کی مادی قوتوں سے بھی ٹکرانا پڑے گا جن میں ہتھیار، خوراک، ذرائع مواصلات اور دیگر وسائل شامل ہیں، اس کے مقابلے کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے فولاد اتارا ہے جس میں بڑی قوت بھی ہے اور انسانوں کے لیے لامحدود معاشی منافع بھی۔

سوال یہ ہے کہ عالم اسلام نے خود اپنے طور پر اس مادی قوت سے سبکدوش اور لاتعلق ہونے کا فیصلہ کس بنیاد پر کیا ہے؟ وہی قرآن، وہی اس کا نازل کرنے والا اللہ تعالیٰ، جو انبیاء، کتبِ سماوی اور میزان کی اہمیت پر زور دے رہے ہیں کیا اس فولاد میں چھپی ہوئی اور اس کے معاشی فوائد اور اس سے استفادہ کی ضرورت کی اہمیت نہیں بتا رہے ہے؟

مسلمانوں نے کیوں اسے اپنی فہرستِ ترجیحات سے خارج کر دیا ہے؟ ہماری اسی غفلت اور کوتاہی کا نتیجہ ہے کہ پائپ لائن میں امریکی اسلحہ اور ہتھیار آنا بند ہو جائیں تو افغانستان میں جہاد کی سرگرمیاں ماند پڑ جاتی ہیں ــــ درحقیقت لوگ وہی ہیں، جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت بھی وہی ہے مگر دوسری جانب اسلحہ کے جو انبار ہیں اُن کے مقابلے کی برابر کی مادی قوت موجود نہیں یا کم از کم اپنے دفاع کے وسائل ناپید ہیں۔

عراق نے بھی روس کے عطا کردہ، ایران عراق جنگ کے دوران امریکہ سے حاصل شدہ اور سعودی عرب اور کویت کے خرید کردہ اسلحہ سے جنگ لڑی مگر نتیجہ کیا نکلا؟ عراق آخر میں چیخ اُٹھا اور یہی کہا کہ مجھے بے رحم اور بھیانک وار مشینری کے ذریعہ شکست دی گئی ہے۔ پھر صدام کے جذباتی اور ناعاقبت اندیش ہمنواؤں نے بھی یہی صدا لگائی کہ یہ تو "ہائی ٹیک" کی فتح ہے۔

ہماری دیانتدارانہ رائے یہ ہے کہ عالم اسلام کے زوال و انحطاط کا نقطۂ آغاز اسباب اور وسائل کے لحاظ سے یورپ کا صنعتی انقلاب ہے جس نے طاقت کے توازن کو درہم برہم کر دیا ہے۔ ہم عصری علوم میں بہت پیچھے رہ گئے، یورپی اقوام جدید اسلحہ اور جدید ذرائع مواصلات سے لیس ہو کر ہم پر ٹوٹ پڑیں تو مراکش سے انڈونیشیا تک کوئی مسلم ملک ان کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ اور نوآبادیاتی دور کی سیاہ چادر نے ان سب کو ڈھانپ لیا۔ عسکری میدان میں شکست اور سیاسی اقتدار کے خاتمہ کے بعد تقریباً ڈیڑھ سو سالہ عہدِ غلامی کے سیاہ دور میں مسلمان الحاد، عیسائیت، اشتراکیت، سیکولرازم اور نیشنلزم کے عقائد و نظریات کی زد میں آ گئے جس سے اُن کی تہذیبی و اخلاقی اقدار بھی بُری طرح پامال ہوئیں اور جدید مغربی (ودینی فکر سے عاری) نظام تعلیم

نے انہیں مزید ذہنی محکومی اور فکری غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا۔

اور جب بیسویں صدی کے وسط سے عالم اسلام کا دوبارہ آزادی کا دور شروع ہوا، انڈونیشیا، ملائشیا اور مراکش و الجزائر تک یکے بعد دیگرے مسلم ممالک آزاد ہوتے چلے گئے تو استعمار نے عرب ممالک میں اپنے اقتصادی استحصال کا تسلسل برقرار رکھنے کے لیے ان کی پیٹھ میں اسرائیل کا خنجر گھونپ دیا اور اس کے بعد خوف اور جارحیت کی فضا قائم کر کے ہتھیاروں کی خریداری کا دائمی نظام قائم دیا تا کہ تیل کی دولت عرب ملکوں میں تعمیر و ترقی کے کام نہ آسکے بلکہ امریکہ، برطانیہ، فرانس اور دیگر اسلحہ ساز ملکوں کے بینکوں میں جمع ہوتی رہے ـــــ پھر یہی ہوا کہ کچھ دولت پر تعیش زندگی کی چاٹ لگا کر درآمد شدہ سامان کی قیمت کے طور پر وصول کر لی گئی اور جو باقی بچی اُسے محلات کی تعمیر کی صورت میں مٹی میں ملا دیا گیا۔ داخلی استحکام کے لیے جس صنعتی ڈھانچے اور فنی و سائنسی علوم میں ترقی کی ضرورت تھی اس طرف وسائل کا رُخ کچھ غیروں کی سازشوں اور کچھ اپنی غفلت و کوتاہی کے سبب ہو ہی نہ سکا۔

ان طویل گذارشات کا مقصد صرف اسی قدر ہے کہ مسلم ممالک جب تک یورپ کے صنعتی عہد سے بگڑا ہوا یہ توازنِ طاقت درست نہیں کریں گے اور صنعتی ترقی پر توجہ نہیں دیں گے جو "ہائی ٹیک" اور اسلحہ سازی کی طرف بڑھنے کی لازمی شرط ہے، اُس وقت تک ہم غیروں کی محتاجی، ان کے استحصال اور معاشی و سیاسی تسلط سے نجات نہیں پا سکیں گے۔ یہ کام عصری علوم میں تیزی سے دسترس حاصل کرنے کا متقاضی ہے، یہ آزاد ممالک میں نظام تعلیم کی فوری تبدیلی اور مسلم دنیا میں اہل افراد کی اس سمت پیش رفت کے بغیر ممکن نہ ہو سکے گا۔

ہمیں مسرت ہے کہ پاکستان نے الخالد ٹینک بنا کر اس جانب مثبت اور مستقبل کے لحاظ سے نتیجہ خیز قدم اٹھایا ہے۔ اگر واقعۃً پاکستان اس پوزیشن میں ہے کہ اسے بقول امریکی محکمہ خارجہ کی اہم شخصیت پروفیسر سٹیفن کوہن کے "اپنی سالمیت کے تحفظ اور مدافعت میں امریکی اسلحہ کی کوئی ضرورت نہیں" تو اس سے بڑھ کر خوش نصیبی اور کیا ہو سکتی ہے؟

اب یہ حکمرانوں کا فرض ہے کہ وہ فکری، تہذیبی اور نظام تعلیم کے اعتبار سے بھی وہی رُخ اختیار کریں جو بحیثیت مسلمان اور ایک اسلامی ریاست کے سربراہ کے اُن سے مطلوب ہے۔ جب مادی وسائل کے ساتھ روحانی قوت شامل ہو گی تو وہاں دشمن کی ظلمت و کفر کی درخشندہ بستیوں میں اندھیرا اور تین سو تیرہ کے ہاتھوں ان کو تین تیرہ ہونے ہی کا مقدر ملے گا۔

عبد القیوم حقانی